قرآن میں ناسخ ومنسوخ کا مسئلہ

ڈاکٹر قاری سید محمد رضوان اللہ ازہری
صدر شعبۂ سُنی دینیات - علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

ما ننسخ من آیۃ او ننسہا نات بخیر منہا او مثلہا (سورۃ البقرہ آیت ۱۰۶)

جناب صدر محترم! موسّس انجمن خدام القرآن، ناظم اعلیٰ اور حضرات وخواتین مسائل فقہ میں سلف سے لیکر خلف تک برابر اختلاف چلا آرہا ہے۔ آیات ناسخہ ومنسوخہ کا باب بھی انہیں اختلافات کی ایک ایسی کڑی ہے کہ جس کے ظاہری تعارض نے اس مسئلہ کو اس قدر اہمیت دی کہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ (۱۵۰۵ء) شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (۱۷۶۲ء) مفتی محمد عبدہ مصریؒ (۱۹۰۵ء) اور سر سید احمد خاں مرحوم (۱۸۹۸ء) جیسے اہلِ علم حضرات کو اس موضوع پر قلم اٹھانا پڑا۔

نسخ کا مفہوم:- نسخ کے لغوی معنی لکھنے اور زائل کرنے کے ہیں۔ لیکن یہ اصطلاحی لفظ ہے جو اسلامی فقہ میں وسیع معنیٰ میں مستعمل ہے۔ اسکی صحیح تعریف میں بڑا اختلاف رہا ہے۔ کہیں نسخ کو رد وبدل کے نام سے تعبیر کیا گیا کہیں ناسخ آیتوں نے منسوخ آیات کو کسی قسم کے اشتباہ کے سبب بیکار کر دیا۔ جن اکابر نے نسخ کو تسلیم کیا وہ خود بھی آیات منسوخہ کی تعداد میں مذبذب رہے ہے۔ نسخ کی تعریف میں حافظ ابنِ قیمؒ (۷۵۱ھ) لکھتے ہیں "نسخ سے مراد کسی تخصیص یا شرط کی بنا پر ظاہری معنیٰ

کو ترک کر دینا یا اسے اختیار کر لینا ہے" [1]

ابن حزمؒ (۴۵۶ھ) کا قول ہے۔

"یہ کہنا کہ ایک حکم نے دوسرے حکم کو منسوخ کر دیا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی تعبیر زیادہ صحیح یہ ہوگی کہ ایک حکم کے بعد دوسرا حکم نازل ہوا۔" [2]

ابوبکر جصاصؒ کا کہنا ہے "نسخ کا مطلب حکم یا تلاوت کی مدت بیان کر دینا ہے" [3] ۔ قرآن کی کسی آیت پر جب نسخ کا حکم لگایا جاتا ہے تو اس سے مراد آیت کا ازالہ نہیں بلکہ مدعا یہ ہوتا ہے کہ آیت پر جو حکم لگا ہے یا لگا تھا وہ اُس وقت اور زمانہ کے اعتبار سے تھا۔ حالات کے بدل جانے پر کسی طرح بھی مطلقاً وہ حکم ممنوع نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ آیت ذیل سے واضح ہے۔ [4]

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۔ "ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا اس آیت کو فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بھی بہتر آیت یا اس جیسی لاتے ہیں"

مطلب یہ ہے جس طرح ایک معالج اپنے مریض کے نسخے میں حسب حالات تغیر و تبدل کرتا رہتا ہے اسی طرح حاکم حقیقی بھی مصلحت اور اقتضاء وقت کے لحاظ سے اپنے احکام بدلتا رہتا ہے [5] مفسرین نے اگر کسی آیت پر ناسخ و منسوخ کا حکم دیا ہے تو وہ مجازاً دیا ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ" یعنی تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔

---

[1] - اعلام الموقعین - حافظ ابن قیم ج ۱ ص ۲۹ مصر ۱۳۲۵ھ

[2] الاحکام فی اصول الاحکام ج ۴ ص ۵۹ ابن حزم مصر ۱۳۴۵ھ

[3] احکام القرآن ج ۱ ص ۹۷ ابوبکر جصاص قسطنطنیہ ۱۳۳۸ھ

[4] سورۃ البقرہ آیت ۱۰۶

[5] تفسیر المنار ج ۱ ص ۴۱۶ رشید رضا - مصر ۱۳۷۳ھ

آیت کا یہ جزُ منسوخ التلاوت نہیں بلکہ منسوخ الحکم ہے کیونکہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے مشرکین کو دعوت اسلام دے رہے ہیں نہ کہ اُن کیلئے ان کے دین پر رہنے کی رضا مندی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ مشرکین نے چونکہ نہ صرف اس دعوت کا انکار کیا بلکہ تمسخر کے ساتھ اپنے مذہب کی دعوت دی لہذا پروردگار عالم کی طرف سے کہا جا رہا ہے کہ اے رسولؐ! آپ ان سے صاف صاف فرما دیجئے کہ اگر تم دعوت اسلام قبول نہیں کرتے تو نہ کرو۔ تم کو تمہارا مذہب اور مجھ کو میرا مذہب مبارک ہو۔ جو ایمان لانا چاہے وہ اھلاً وسہلاً اور جو نہ لائے وہ اپنے اعمال کا خود مسئول ہے۔

دنیا کی حکومتوں، اداروں میں کسی حکم کو منسوخ کر کے دوسرا حکم جاری کر دینا مشہور و معروف ہے لیکن انسانی احکام میں نسخ کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ پہلے کسی غلط فہمی سے جاری کر دیا اس کے بعد اصل حقیقت معلوم ہوئی تو حکم بدل دیا۔ کبھی اس لیے کہ جس وقت یہ حکم جاری کیا گیا اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے مناسب تھا۔

ایک تیسری صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ حکم دینے والے کو پہلے ہی سے یہ معلوم تھا کہ حالات بدلیں گے اور اس وقت یہ حکم مناسب نہیں ہوگا، دوسرا حکم دینا ہوگا۔ یہ جانتے ہوئے آج ایک حکم دیدیا اور جب اپنے علم کے مطابق حالات بدلے تو اپنی سابقہ قرارداد کے مطابق حکم بھی بدل دیا۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی طبیب یا ڈاکٹر مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر ایک دوا تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ دو دن اس دوا کو استعمال کرنے کے بعد مریض کا حال بدل جائے گا اس وقت مجھے دوسری دوا تجویز کرنا ہوگی۔ وہ پہلے دن ایک دوا تجویز کرتا ہے جو اس دن کے مناسب ہے دو دن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے۔ حالانکہ حاذق طبیب یا ماہر ڈاکٹر یہ بھی کر سکتا ہے کہ پہلے ہی دن پورے علاج کا نظام لکھ کر دیدے کہ دو روز تک یہ دوا کرے۔ پھر تین روز فلاں دوا، پھر ایک ہفتہ بعد فلاں دوا۔ لیکن یہ مریض کی طبیعت پر بلا وجہ کا ایک بار ڈالنا ہے۔

اس میں غلط فہمی کی وجہ سے عملی خلل کا بھی خطرہ ہے - اس لئے وہ پہلے ہی سے تمام تفصیلات نہیں بتلاتا -

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام میں اور اس کی نازل کردہ کتابوں میں صرف یہی آخری صورت نسخ کی ہوسکتی ہے - اور ہوتی رہی ہے - ہر آنے والی نبوت اور ہر نازل ہونے والی کتاب نے نبوت وکتاب کے بہت سے احکام کو منسوخ کرکے نئے احکام جاری کئے اور اسی طرح ایک ہی نبوت وشریعت میں ایسا ہوتا رہا کہ کچھ عرصہ تک ایک حکم جاری رہا پھر اسکو بدل کر دوسرا حکم نافذ کردیا گیا - جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے - لَمْ تَکُنْ نُبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَنَاسَخَتْ ٥

یعنی کبھی کوئی نبوت ایسی نہیں آئی کہ جس نے احکام میں نسخ اور ردوبدل نہ کیا ہو — کچھ جاہل یہودیوں نے اپنی جہالت سے احکام الٰہیہ کے نسخ کو دنیوی احکام کے نسخ کی ابتدائی دو صورتوں پر قیاس کرکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر اعتراض کیا تھا تو اسکے جواب میں مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ مِثْلِھَا - اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی ہم کسی آیت کا جو حکم موقوف کردیتے ہیں یا اس آیت ہی کو ذہنوں سے فراموش کردیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی جیسی لے آتے ہیں - کیا تمہیں خبر نہیں کہ حق تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے -

روح المعانی میں ہے : وَاتفقتْ اَھْلُ الشَّرایع علی جوازِ النسخ وَوقوعه

تمام اہل شرائع کا نسخ کے جواز اور وقوع دونوں پر اتفاق ہے -

اس کے علاوہ نسخ کے وجود ووقوع سے متعلق صحابہ کرام وتابعین کے اس قدر آثار واقوال موجود ہیں جن کا نقل کرنا مشکل ہے - امام نووی رح (۶۷۶ھ)

نے نسخ کی تقسیم اس طرح کی ہے۔

وَالنسخُ ثلاثۃ انواع احدھا ما نسخت حکمہ وتلاوتہ کعشر رضعات والثانی ما نسخت تلاوتہ دون حکمہ کخمس رضعات وکالشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما والثالث ما نسخ حکمہ وبقیت تلاوتہ وھذا ھو الاکثر ومنہ قولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ (سورۃ البقرہ آیت ۲۴۰)

نسخ کی تین قسمیں ہیں۔ایک تو وہ جس کا حکم منسوخ اور تلاوت بھی منسوخ، جیسے رضاعت میں دس گھونٹ کی حدیث۔ دوسری وہ کہ جس کی تلاوت منسوخ ہو لیکن حکم باقی ہو جیسے رضاعت میں پانچ گھونٹ کی حدیث اور الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما کہ جو بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کرے ان دونوں کو رجم کر دو۔

اور تیسری قسم یہ کہ جس کا حکم باقی نہ ہو لیکن اس کی تلاوت باقی ہو۔
جیسے اَلَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا
"وہ لوگ جو تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں انکی بیویوں کے لئے وصیت" ـــــ والی آیت۔

نسخ کی پہلی قسم: یعنی حکم و تلاوت منسوخ۔امام نوویؒ نے یہ حدیث نقل[1] کی ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا قالت کان فیما انزل من القرآن عشر رضعات

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن میں تھا کہ اگر کوئی دس گھونٹ دودھ پیئے تو یہ حرمت میں داخل ہے۔

---

۱ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۸ امام نوویؒ اصح المطابع دھلی ۱۳۷۶ھ

افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ ص ۹ ۔ نواب صدیق حسن خان مطبع نظامی کانپور ۱۳۰۴ھ

معلوماتٍ یُحَرِّمْنَ ثُمَّ	پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ پھر
نُسِخْنَ بِخَمْسٍ معلوماتٍ	پانچ گھونٹ پینا موجب حرمت قرار
فتوفی رسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ	دیا گیا یہاں تک کہ حضور اکرمؐ
علیہ وسلم وَھِیَ فِیْمَا یُقْرَءُ	وفات پا گئے اور یہ قرآن میں
مِنَ القرآنِ	پڑھا جاتا تھا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دس گھونٹ اور پانچ گھونٹ کی قرأت آخر وقت میں منسوخ ہو گئی۔ مگر حضور کی وفات کے سبب اس کے نسخ کی کیفیت جلد معلوم نہ ہو سکی۔ لیکن جب نسخ مشہور ہو گیا تو سب نے اجماع کے ساتھ یہ طے کیا کہ اسے قرآن میں نہ پڑھا جائے۔

دوسری قسم تلاوت منسوخ حکم باقی: الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما الاٰیۃ کو حضرت عمرؓ قرآن میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن اس خیال سے کہ لوگ کہیں گے عمرؓ نے کتاب اللہ میں اضافہ کیا ہے اس آیت کو بھی منسوخ بالتلاوت اور باقی بالحکم سمجھا گیا۔

نسخ کی تیسری قسم تلاوت باقی اور حکم منسوخ: اس سلسلہ میں آیت ملاحظہ فرمایئے۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ	جو لوگ تم میں سے ایسی حالت
یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً	میں وفات پا جائیں کہ ان کی
لِّاَزْوَاجِہِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ	بیویاں موجود ہوں تو وہ اپنی
غَیْرَ اِخْرَاجٍ ۔ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا	بیویوں کیلئے ایک سال کے نان
جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْ	نفقہ کی وصیت کر دیں۔ اور
اَنْفُسِہِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰہُ	ان کو گھر سے نکلنے کی بھی اجازت
عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ	نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ اپنے

(سورۃ البقرہ آیت ۲۴۰)[1] حق میں نکلنے میں بھلائی دیکھیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

نسخ کے سلسلہ میں آیت وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ سے یہ احکام صادر ہوتے ہیں۔

(الف) بیوی کے لئے شوہر پر ایک سال کے نان نفقہ کی وصیت کی ذمہ داری

(ب) بیوی شوہر کے ملک میں سے ایک سال سے زیادہ نان نفقہ لینے کی مستحق نہیں

(ج) بیوی شوہر کی تاریخ وفات سے ایک سال تک دوسرا نکاح نہیں کر سکتی اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ احکام اب بھی باقی ہیں یا نہیں۔ ج

قرآن کریم کی آیت :

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ[2] سے پتہ چلتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہوتے ہی مذکورہ آیت کے احکام منسوخ ہو گئے۔ یعنی جو لوگ تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کے لئے چار ماہ دس دن کی مدت ہے۔ اس طرح چار ماہ دس دن کی مدت نے آیت کے (ج) حصہ کو منسوخ کر دیا۔

اب آیت کے پہلے دو حصے (الف) اور (ب) کو لیجئے۔ اس سلسلہ میں آیت میراث ملاحظہ فرمائیے!

وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ

---

[1] تفسیر عزیزی فارسی ص ۴۸۸ - شاہ عبدالعزیز دہلوی مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۴ھ

[2] - سورہ بقرہ ۲۳۴ کتاب الاعتبار ص ۱۸۴ - ۱۸۵ - ابوبکر بن حزم حیدرآباد ۱۳۵۹ھ

وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ -

(اور تمہاری بیویوں کے لئے اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ میں چوتھائی حصہ ہے اور اگر کوئی ہو تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے - بعد اس وصیت کے جو تم نے کی ہو یا قرضہ ہو - اس آیت نے (الف) اور (ب) کے احکام منسوخ کر دیئے -

خلاصہ یہ ہے کہ نسخ ماننے کی دو قسمیں ہیں :(۱) نسخ آیات (۲) نسخ احکام اکثر ائمہ متاخرین دوسری قسم کے قائل ہیں -

نسخ کے سلسلہ میں ایک بحث "سبعۃ احرف" بھی ہے مستشرقین کو اس کے سبب کافی غلط فہمیاں ہوئیں - مثلاً عرب کے مختلف خطوں، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، عراق، لبنان، شام - لیبیا، سوڈان اور مصر کے رہنے والوں میں تلفظ اور لہجوں کا اختلاف پایا جانا طبعی امر ہے اس لئے رحمۃ اللعالمین نے ہر خطہ کے باشندوں کو اپنے اپنے لہجوں اور تلفظ کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت دیدی تھی - لہجے اور اختلاف قرأت کے سبب لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ آیات قرآنی بدل گیئں - مثلاً ضمیر مذکر غائب ھم" کا تلفظ ایک قرأت میں "ھمو" ہے تو اس سے نہ تو معنی میں کوئی فرق ہوتا ہے اور نہ اس مقام پر "ھم" کا پڑھنا ممنوع ہے - لغات عرب کے لہجے اور تلفظ کا جب اصل معانی پر کوئی غیر معمولی اثر نہیں پڑتا تو پھر اسکو نسخ سے تعبیر کرنا محض غلط فہمی کے مترادف ہے - متقدمین حضرات کے نزدیک منسوخہ آیات کی تعداد پانچسو۵ تک شمار کی گئی ہیں - متاخرین نے منسوخہ آیات کی تعداد میں کمی کردی - چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے صرف بیس۲۰ یا اکیس۲۱ آیتوں کو منسوخ قرار دیا ہے - حقیقت تو یہ ہے کہ اس مسئلہ کی جسقدر تنقیح ہوتی گئی آیات منسوخہ کی تعداد میں اسی قدر کمی بھی ہوتی گئی - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے صرف پانچ آیتوں کو منسوخ تسلیم کیا ہے - چنانچہ فرماتے ہیں -

قُلْتُ وعَلٰی مَاحَرَّرْ نالا یتعینُ النسخ الافی خمسِ آیاتٍ

"میں کہتا ہوں کہ ہماری تحریر کے مطابق نسخ صرف پانچ آیات میں ہے" ؎۱

حضرات !

مفتی محمد عبدہ مصری ر ۱۹۰۵ء اور سرسید احمد خاں ر ۱۸۹۸ء جیسے جدید طرز فکر رکھنے والے سرے سے نسخ کے قائل ہی نہیں تھے لیکن متقدمین علماء ہوں یا متاخرین، وقوع نسخ کے قائل چلے آئے ہیں۔ مطلقاً وقوع نسخ کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ نسخ کا مطلب دراصل حکم اور مشروعیت کا سرے سے ختم ہو جانا ہے۔ یعنی آیت کا اس طرح منسوخ ہو جانا کہ اس کے کسی لفظ اور جزء پر عمل باقی نہ رہے۔

اب اگر کوئی شخص تجدید ایمان، توبہ اور تجدید عہد کے بعد فہم قرآن کی سعادت سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی مسئلہ کے متعلق قرآن میں جس قدر احکام آئے ہیں ان سب کو یکجا کر کے پتہ لگائے کہ کون سا حکم کس زمانہ کے لئے تھا اور کون سا کس زمانہ کے لئے ہے۔ ایک کا مورد و محل کیا ہے اور دوسرے کا کیا ہے اگر وہ احکام متنوعہ کے ان باہمی فروق کو نظر انداز کر کے خاص توازن و تناسب پیدا کرنے کی سعی پیہم نہ کرے گا۔ تو قدم قدم پر اُس کو مشکلات پیش آئیں گی اور جتنا وہ ان مشکلات سے فرار اختیار کرے گا اسی قدر بھول بھلیوں میں اپنے کو پھنسا لے گا۔ کہیں وہ ایسی رکیک اور گھٹیا تاویل و توجیہ کا شکار ہو گا جو قرآنی منشا کے برعکس ہو گی۔

آخر میں اپنا مقالہ علامہ اقبال کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

وَآخِرُ دعوانا انِ الحمد للّٰہ رب العالمین۔

؎۱ .. الفوز الکبیر ۔ شاہ ولی اللہ ص ۳۸ - ۴۱ دہلی ۱۹۶۳ء